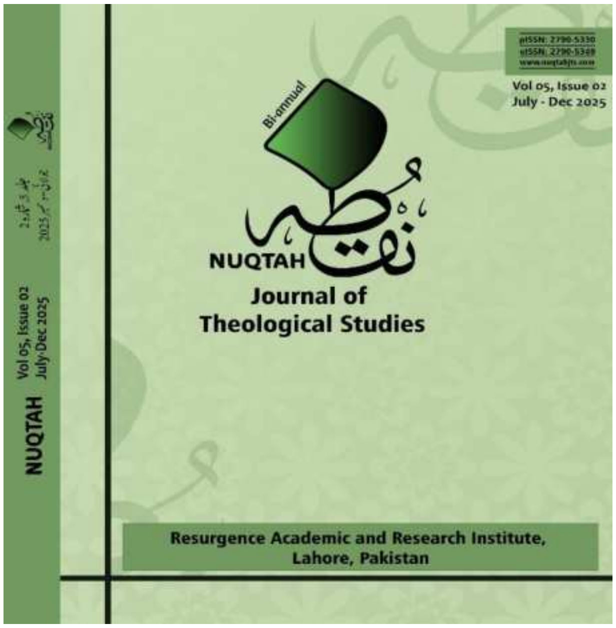

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by:

Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

سیرت نگاری کے اصول روایت: منتخب اردو کتب سیرت کا مطالعہ

The Principles of Traditional Understanding in Sīrah Writing: A Study of Selected Urdu Sīrah Books

Muhammad Irfan Naseem

PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan
Email: irfanulqadri5@gmail.com

Dr. Muhammad Hasib

Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan
Email: dr.mhasib@uog.edu.pk

Published online: 29 Dec, 2025

View this issue

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

This article presents a critical study of the principles of Riwayah (traditional understanding) in Urdu Seerah writing through selected classical and contemporary works, particularly Zia-un-Nabi, Seerat-ur-Rasool, and Nabi-e-Rahmat. The study aims to explore how Urdu Seerah scholars have not limited themselves to mere narration of traditions but have also applied intellectual, historical, and contextual analysis in interpreting the life of the Prophet Muhammad .ﷺ Through the methodology of Riwayah, these authors highlight the wisdom, relevance, and practical implications of prophetic events for contemporary society.

The research reveals that each writer adopted a distinct intellectual and literary approach in presenting the Seerah. Tahir-ul-Qadri emphasizes rational discourse and modern interpretative methods, while Abul Hasan Ali Nadwi focuses on the spiritual, moral, and reformative dimensions of the Prophet's life. Similarly, Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari combines traditional narrative techniques with scholarly investigation and critical insight. The article examines how the application of Riwayah transforms Seerah literature from a simple historical narration into a source of intellectual, ethical, and social guidance.

The findings of the study demonstrate that the principles of Riwayah have played a significant role in making Urdu Seerah literature more analytical, relevant, and responsive to modern intellectual challenges. The selected Seerah works contain elements of critical reasoning, historical evaluation, and social interpretation that enable readers to connect the teachings of the Prophet Muhammad ﷺ with present-day realities. This research highlights the scholarly importance of Riwayah in Urdu Seerah studies and provides a foundation for future academic research in the field of Seerah writing.

Keywords: Riwayah, Urdu Seerah Literature, Tahir-ul-Qadri, Abul Hasan Ali Nadwi, Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari

تمہید:

سیرتِ نبوی ﷺ اسلامی علوم کا وہ روشن باب ہے جس نے ہر دور میں اہلِ علم، مؤرخین اور محققین کو اپنی جانب متوجہ رکھا۔ حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے دینی و روحانی رہنمائی کا سرچشمہ ہے بلکہ انسانی تہذیب و اخلاق کے لیے بھی ایک مکمل ضابطۂ حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے سیرت نگاری کا فن اسلامی علمی روایت میں ایک مستقل اور معتبر شعبے کے طور پر پروان چڑھا۔ سیرت نگاروں نے مختلف ادوار میں اپنے اپنے علمی ذوق، تحقیقی اسلوب اور فکری رجحانات کے مطابق حیاتِ نبوی ﷺ کو قلم بند کیا۔ تاہم ان سب کے ہاں روایت، تحقیق، عقیدت اور تاریخی دیانت بنیادی اصول کے طور پر نمایاں رہے۔

اردو زبان میں سیرت نگاری کی روایت خصوصاً برصغیر میں نہایت زرخیز اور متنوع رہی ہے۔ یہاں کے اہلِ قلم نے سیرتِ رسول ﷺ کو محض تاریخی واقعات کے بیان تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے فکری، روحانی، سماجی اور اصلاحی جہات کے ساتھ پیش کیا۔ چنانچہ پیر کرم شاہ الازہری کی ضیاء النبی، ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سیرت الرسول ﷺ، سید ابوالحسن علی ندوی کی نبیِ رحمت، قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمت للعالمین، علامہ ابو نصر منظور شاہ کی جلوۂ جاناں اور نور بخش توکلی کی سیرتِ رسولِ عربی جیسی کتب اردو سیرت نگاری کے مختلف اسالیب اور مناہج کی نمائندہ تصانیف شمار ہوتی ہیں۔

ان کتب میں روایتِ سیرت کے اصول مختلف انداز سے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ کہیں تاریخی روایت اور اسناد پر زور دیا گیا ہے، کہیں عشقِ رسول ﷺ اور ادبی پیرایۂ اظہار کو نمایاں کیا گیا، اور کہیں عصری تقاضوں کے مطابق سیرتِ طیبہ کی فکری و عملی معنویت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ انہی منتخب اردو کتبِ سیرت کے مطالعے کے ذریعے سیرت نگاری کے اصولِ روایت، اس کے تحقیقی مناہج، اسلوبِ بیان اور فکری جہات کا جائزہ پیش کرے گا تاکہ اردو سیرت نگاری کی علمی و ادبی اہمیت کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔

سیرت نگاری میں اصولِ روایت کا مفہوم:

سیرت نگاری میں اصولِ روایت سے مراد وہ قواعد اور طریقے ہیں جن کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کی زندگی سے متعلق روایات، واقعات اور معلومات کو جمع، پرکھا اور بیان کیا جاتا ہے۔ یہ اصول اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ سیرت میں بیان ہونے والا مواد معتبر، صحیح اور قابل اعتماد ہو۔

اہم نکات یہ ہیں:

- سند کی جانچ
- روایت کن افراد کے ذریعے نقل ہوئی ہے، ان راویوں کا کردار، حافظہ اور دیانت کیسی تھی۔ اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔
- متن کی تحقیق
- روایت کا اصل مضمون قرآن، صحیح احادیث اور تاریخی حقائق کے خلاف تو نہیں، یہ دیکھا جاتا ہے۔
- ثقہ راویوں کو ترجیح
- معتبر اور قابل اعتماد راویوں کی روایات کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔
- ضعیف اور من گھڑت روایات سے احتیاط
- ایسی روایات جو کمزور یا جھوٹی ہوں، انہیں قبول نہیں کیا جاتا یا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔
- واقعات کی ترتیب اور مطابقت
- مختلف روایات کو ملا کر یہ دیکھا جاتا ہے کہ تاریخی ترتیب اور حالات میں تضاد تو نہیں۔

اسلامی سیرت نگاری میں یہ اصول دراصل علمِ حدیث کے اصولوں سے اخذ کیے گئے ہیں، کیونکہ سیرتِ نبوی ﷺ کی بڑی مقدار احادیث اور تاریخی روایات کے ذریعے محفوظ ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر محمد بن اسماعیل البخاری اور ابن ہشام جیسے علماء نے روایت کی صحت کو جانچنے کے لیے خاص اصول اپنائے۔

"جلوہ جاناں" اور اصولِ روایت:

جلوہ جاناں ایک معروف اردو سیرت کی کتاب ہے جسے ابوالنصر علامہ منظور احمد شاہ نے لکھا۔ اس کتاب میں اصولِ روایت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ مصنف نے سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات بیان کرتے وقت یہ کوشش کی کہ:

- معتبر احادیث اور مستند تاریخی روایات سے استدلال کیا جائے۔
- ضعیف یا مشکوک روایات کو بلا تحقیق قبول نہ کیا جائے۔
- روایت کی سند اور تاریخی پس منظر کو مد نظر رکھا جائے۔
- مختلف سیرت نگاروں کی آراء کا تقابل کیا جائے۔
- عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ علمی احتیاط بھی برقرار رہے۔

"جلوہ جاناں" میں سیرت کے واقعات صرف جذباتی انداز میں نہیں بلکہ تحقیق، حوالہ اور محدثین کے اصولوں کے مطابق بیان کیے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ کتاب روایتی سیرت نگاری اور جدید تحقیقی انداز کے درمیان ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر، معجزات، غزوات، ولادتِ نبوی ﷺ یا خلافت راشدہ کے بعض واقعات میں مصنف روایات ذکر کر کے اس کی سند پر بحث کر کے مصنف راویوں کا حال بیان کرتا ہے مثلاً:۔

مثال نمبر1: خلافت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

حضور اکرم ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد خلیفہ کے انتخاب میں مہاجرین اور انصار کے درمیان ہونے والی بحث و تکرار اس نتیجے پر ختم ہوئی کہ آقا کریم ﷺ کے بعد خلیفہ الرسول، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست انور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی اور اپنی ساری نمازیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کرتے رہے تھے۔ شیعہ علماء شیخین کے خلاف بر سر پیکار رہے۔ لیکن ابن جریر طبری کی جس روایت پر شیعہ علماء کے عقائد و نظریات کی بنیاد رکھی گئی ہے اس روایت کے پہلے راوی ہشام بن محمد بن سائب ہیں۔ ابو النصر منظور احمد شاہ نے اس روایت کے رجال پر محدثانہ کلام اس الفاظ میں فرمایا کہ :۔

- "قال أحمد بن حنبل: إنما كان صاحب تسمير وتسب، ما ظننت أن أحدا يحدث عنه."

"امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ قصہ گو تھا محض نسب بیان کرنے والا تھا میں یہ خیال نہیں کرتا کہ کوئی اس سے روایت کرتا ہے۔"

- "وقال الدارقطني وغيره:متروك."

"دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔"

- "وقال ابن عساكر: رافضي، ليس بثقة."

"ابن عساکر کی رائے یہ ہے کہ وہ رافضی ہے اور شیعہ ہے۔"

ابن ہشام کے استاد ابو مخنف ہیں۔ ان کے بارے میں بھی علماء نے لکھا ہے:

- "وقد كان شيعيا وهو ضعيف عندالائمه "[1]

ابو نصر منظور احمد شاہ کی رائے:

ابو نصر منظور احمد شاہ اپنی ذاتی رائے کا اظہار خیال کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔

"میں اپنی کتاب کو ان بے معنی اعتراضات اور غیر معقول دلائل سے پاک ہی رکھنا چاہتا ہوں، ابن ہشام کا غیر معتبر ہونا، رافضی ہونا، امام احمد بن حنبل کا انہیں قصہ گو کہنا، دار قطنی کا متروک کہنا، ان کے تمام اعتراضات کا جواب ہے۔ مزید فرمانے لگے، المختصر یہ روایت آئمہ کے نزدیک کسی صورت میں بھی قابل عمل نہیں ہے۔ لہذا جس شخص کے بارے میں آئمہ حدیث یہ کہہ دیں کہ فلاں راوی ثقہ نہیں تو وہ روایت بھی ثقہ نہیں۔"[2]

مثال نمبر: 2روایت رد شمس

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ، ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا فِي حَاجَةٍ، فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَصْرَ، فَوَضَعَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اللَّهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهِ عَلَى نَبِيِّكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ» قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَطَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حَتَّى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ غَرَبَتْ۔[3]

حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز ادا کی، پھر حضرت علیؓ کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر حضرت علیؓ کی گود میں رکھ دیا اور اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

"اے اللہ! تیرا یہ بندہ علی اپنے نبی کی خدمت میں مشغول رہا، پس اس کے لیے سورج کو واپس لوٹا دے۔"

اسماءؓ کہتی ہیں پھر سورج دوبارہ طلوع ہوا یہاں تک کہ وہ پہاڑوں اور زمین پر ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کی، پھر سورج دوبارہ غروب ہو گیا۔

ابو نصر منظور احمد شاہ کی اس واقعہ پر روایتی تحقیق:

ابو النصر منظور احمد شاہ رد شمس کی روایت پر محدثانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ:۔

- امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- علامہ جلال الدین السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام کشف اللبس عن حدیث رد الشمس رکھا۔
- علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔
- اس کے علاوہ ابن جوزی، ابن تیمیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابو نصر منظور احمد شاہ کی رائے:

"یہ بات یاد رہے کہ محدثین کی ایک عظیم جماعت نے فضائل میں ضعیف روایت کو بھی معتبر قرار دیا ہے۔"[4]

مثال نمبر 3: نکاح حضرت عبداللہ

ابو النصر منظور احمد شاہ نے اپنی کتاب "جلوۂ جاناں" میں محدثانہ انداز کو اس طرح اختیار فرمایا ہے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل بھی بہ آسانی حل ہو جانے کے ساتھ ساتھ سیرت النبی ﷺ کے دیگر گوشے بھی ہماری لئے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔ مثال ملاحظہ فرمایئے:۔

"حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی عفت و پارسائی کے بارے میں صاحب کتاب نے فاطمہ بنت مر الخثعمیہ ایک عورت کا ذکر فرمایا ہے جو تورات و زبور کی ماہر تھی۔ اس نے جب حضرت عبداللہ کی پیشانی میں موجود نور محمدی کو دیکھا تو نکاح کی خواہش ظاہر کی تو حضرت عبداللہ نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت آمنہ بنت وہب سے نکاح فرمایا ہے۔"[5]

مصنف کا روایتی تجزیہ:

اس روایت کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ روایت موضوع ہے اس کے راوی ثقہ نہیں ہیں تو یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔ لیکن ابو النصر منظور احمد شاہ اس پر محدثانہ کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دلائل ابو نعیم جلد 1 ص 138 اور طبقات ابن سعد جلد 1 ص 59، میں یہ روایت مختلف طرق سے بیان کی گئی ہے۔ کسی راوی کے ضعیف ہونے سے اس کی مقبولیت میں فرق نہیں پڑتا کہ روایت مختلف طرق سے روایت ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ تک پائی جاتی ہے۔ یہ روایت تاریخ طبری میں سند کے ساتھ مذکور ہے جس کے کئی راوی امام بخاری کے راوی ہیں"[6]

"نبی رحمت" اور اصول روایت:

قدیم سیرت نگار اکثر واقعات سیرت کے اسباب و علل سے زیادہ بحث نہیں کرتے۔ مثلاً غزوات و سرایا کے بیان میں عام طور پر یہی درج ہوتا ہے کہ فلاں وقت فلاں قبیلہ کی طرف فوج بھیجی گئی یا فلاں واقعہ فلاں دور میں ہوا۔ زمان و مکاں کی رعایت کرتے ہوئے واقعات کو ترتیب دینا سوانح نگاری اور واقعات نگاری کا روایتی اسلوب ہے لیکن اس نوع کی سیرت نگاری کے نتیجے میں ہی مستشرقین کو موقع ملا کہ وہ مختلف واقعات کا اپنی غرض سے کوئی سبب دریافت کریں۔ یہاں بطور مثال منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کی دو کتابوں "Muhammad at Mecca" اور "Muhammad at Medina" کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ مستشرق مذکور اور ان کی محولہ بالا کتب اسلامی حلقوں میں کافی معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ اپنی ان تصانیف میں ملگری واٹ نے واقعات سیرت کے اسباب کو اپنی اغراض سے تراشنے کی کوشش کی ہے اور غیر جانبداری کے لباس میں سیرت نبوی پر اعتراضات کے مواقع پیدا کیے ہیں۔ یہی حال دیگر مستشرقین کا ہی ہے، لہذا سیرت نگاری میں اس اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مختلف واقعات کے اسباب و عمل کیا تھے؟ سید ابو الحسن علی ندوی سیرت نگاروں کے لئے اس اہم اصول کی نشاندہی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"سیرت کا مطالعہ کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس زمانہ میں عقل وشعور اور تہذیب وتمدن کی جو سطح تھی اس سے باخبر ہو، نیز اس ملک کے اجتماعی اور سیاسی اور دینی و مذہبی حالات، اس کے اقتصادی وسیاسی ڈھانچہ اور حربی اور عسکری طاقت کی نوعیت سے واقف ہوں، تاکہ اس ملک کے باشندوں کے صحیح رجحانات، ان کے مزاج وافتاد طبع، ان کے ذہن ونفسیات کو اچھی طرح سمجھ سکے، اور اسکو ان دشواریوں اور رکاوٹوں کا پورا اندازہ ہو سکے جو سلام کی ترقی وپیش قدمی کی راہ میں حائل ہو رہی تھیں۔ بہت سے واقعات اور فیصلے جو حدیث وسیرت کے مطالعہ میں آدمی کی نظر سے گذرتے ہیں اس وقت تک سمجھے ہی نہیں جاسکتے جب تک مدینہ کی اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی حالت، وہاں کی زمین کی خاصیت، اس کے جغرافیہ، اس کے گردونواح وہاں کی انفرادی اور علاقائی طاقتوں، ان کے باہمی تعلقات وروابط، معاہدوں اور عہد ناموں، اور ہجرت سے قبل کے معاملات اور قومی وملکی دستور اور رسم رواج کا قاری کو علم نہ ہو، اگر کوئی شخص ان تمام باتوں سے ناواقف ہو کر سیرت کی کتابوں میں اپنا سفر شروع کرتا ہے تو اس کی مثال ایک سرنگ میں چلنے والے کی سی ہوگی جس کو اپنے دائیں بائیں اور آغاز ومنزل کسی چیز کی خبر نہ ہو۔"[7]

علامہ ندوی نے سطور بالا میں جس اصول کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ واقعات سیرت کے پس منظر اور اسباب وعلل پر سیر پر حاصل بحث کی جائے، کیونکہ جس طرح بعض آیات قرآنی کی تفہیم کے لئے شان نزول کی روایات کی اہمیت مسلمہ ہے اس طرح روایات سیرت کی تفہیم کے لئے پس منظر اور اسباب وعلم کی اہمیت سے انکار ہیں کیا جاسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کو صادق اور امین تسلیم کرنے کے باوجود اہل مکہ اور جزیرۂ عرب کے اکثر قبائل مسلمان نہیں ہوئے اور پھر یکدم فتح مکہ کے ساتھ تمام قبائل مسلمان ہو گئے۔ اہل مکہ اور قبائل عرب کے اسلام قبول نہ کرنے کے داخلی اور خارجی اسباب کیا تھے؟ اس مقصد کے لئے عرب تہذیب کا تنقیدی مطالعہ اور عربوں کے مزاج اور رویوں پر اثرانداز ہونے والے عوامل کا تجزیہ لازم ہے۔

ضیاء النبی اور اصولِ روایت:

پیر کرم شاہ الازہری نے اپنی مشہور تصنیف "ضیاء النبی" میں اصولِ روایت کا بھرپور لحاظ رکھا ہے۔ انہوں نے سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات بیان کرتے وقت مستند احادیث، معتبر تاریخی روایات اور ثقہ محدثین کے اقوال سے استدلال کیا، تاکہ ہر واقعہ علمی اعتبار سے قابل اعتماد ہو۔ اصولِ روایت کے مطابق سند کی صحت، راویوں کی ثقاہت اور روایت کے ضعف وشذوذ سے پاک ہونے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اور پیر کرم شاہ الازہریؒ نے انہی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے غیر مستند اور ضعیف روایات سے حتی الامکان اجتناب کیا۔ ان کا انداز صرف روایتی بیان تک محدود نہیں بلکہ تحقیقی اور تنقیدی بھی ہے، جس میں روایت اور درایت دونوں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ضیاء النبی محض ایک سیرت کی کتاب نہیں بلکہ اصولِ روایت کے مطابق لکھی گئی ایک معتبر اور علمی تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں:۔

مؤاخات مدینہ:

ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت وبھائی چارے کے رشتے کو قائم کرنے کے لیے "مواخاتِ مدینہ" کا عظیم نظام قائم فرمایا، جس کا مقصد مسلمانوں میں اتحاد، محبت اور معاشرتی استحکام پیدا کرنا تھا۔ اسی موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کو اپنا بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

"أنت أخي في الدنيا والآخرة" یعنی "تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"[8]

اس واقعے سے حضرت علیؓ کی خصوصی قربت، فضیلت اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ گہرے تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ مواخاتِ مدینہ نے اسلامی معاشرے میں مساوات، ایثار اور باہمی تعاون کی ایسی مثال قائم کی جس نے مدینہ کی نوخیز اسلامی ریاست کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔

اس واقعہ کا انکار حافظ ابن تیمیہ نے کیا ہے۔ "ضیاء النبی" کے اندر پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں اور ان کا نام رکھا ہے "شبہات اور ان کا ازالہ" اس کے اندر آپ نے خوب ان اعتراضات کا جواب دیا جو حافظ ابن تیمیہ نے اس واقعہ کے اوپر کیے ہیں۔ فرمانے لگے یہاں دو امور تحقیق طلب ہیں۔

پہلی بات:

"حافظ ابن تیمیہ نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی مرتضیٰ کو اپنا بھائی بنایا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مؤاخات کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اور مشکلات میں ہاتھ بٹا سکیں تاکہ دلوں میں مزید الفت پیدا ہو یہ مقصد اس مؤاخات سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ حضور کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی مہاجر تھے اور مالی لحاظ سے بھی ان کی حالت قابل رشک نہ تھی اس لئے حضور ﷺ کا حضرت علی کو اپنا بھائی قرار دینا اس لحاظ سے قطعاً مفید نہ تھا۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے اس قول کی تردید کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ هٰذَارَد لِلنَّصِ بِالْقِيَاسِ ایک چیز جو نص سے ثابت ہے علامہ ابن تیمیہ اس کو اپنے قیاس سے رد کر رہے ہیں اور یہ درست نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ اس مؤاخات سے وہ مقصد نہیں پایا جاتا جس مقصد کے حصول کے لئے یہ مؤاخات کا نظام قائم کیا گیا تھا یہ درست نہیں۔ انہوں نے خود اس حکمت کو نظر انداز کر دیا ہے فرماتے ہیں۔

"وَاغفال عَنْ حِكْمَةِ الْمُوَاخَاةِ لِأَنَّ بَعْضَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ اقوى مِنْ بَعْضٍ بِالْمَالِ وَالْعَشِيرَةِ وَالْقُوَّةِ فَوَاخَى بَيْنَ الْأَعْلَى وَالْأَدْنى لِيَرْتَفِقَ الْأَدْنى بِالْأَعْلَى وَيَسْتَعِينَ الأعلَى بِالْأَدْنَى وَبِهَذَا تَظْهُرُ حِكْمَةُ مُؤَاخَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّهُ هُوَ الَّذِي كَانَ يَقُوْمُ بِعَلِي مِنْ عَهْدِ الصَّبَا وَقَبْلَ الْبِعْثَةِ وَاسْتَمَر وَ كَذَلِكَ مُؤَاخَاةُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ لِأَنَّ زَيْدًا مَوْلَا هُمْ وَقَدْ تَبَيَّتْ أَخْوَتُهُمَا وَهُمَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ۔"[9]

نیز انہوں نے اس حکمت کو فراموش کر دیا جو دو مہاجروں میں اخوت قائم کرنے میں تھی کیونکہ سارے مہاجر مال، قبیلہ اور قوت میں یکساں نہ تھے بعض کی مالی حالت دوسرے مہاجرین سے بہتر تھی ان کے قبیلہ کی کافی تعداد ہجرت کر کے آگئی تھی وہ دوسرے مہاجروں سے زیادہ باثر اور بارسوخ تھے اس لئے نسبتاً غریب، کمزور اور بے سہارا مہاجر کی اخوت کا رشتہ ایسے مہاجر سے قائم کر دیا گیا جو اس سے فائق تھا اس طرح وہ اپنے بھائی کی مالی امداد کے ساتھ ساتھ سماجی تعاون کر کے اس کے لئے باعث تقویت بن سکتا تھا حضرت علی کے ساتھ مواخات قائم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ حضور بچپن سے ہی آپ کی سرپرستی فرما رہے تھے جو باہمی انس تھا اس کے باعث حضور نے ان کو اپنا بھائی بنایا اور حضرت علی کو اپنا بھائی بنانے سے جو تقویت نصیب ہوئی اگر کسی بڑے سے بڑے انصاری کے ساتھ یہ رشتہ مواخات قائم کیا جاتا تو وہ انہیں نصیب نہ ہوتا۔ اس لئے یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ نیز حضور ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا حالانکہ وہ دونوں مہاجر تھے۔"[10]

صحیح بخاری میں ہے کہ عمرۃ القضا کے موقع پر حضرت زید نے کہا ان ابنة حمزة ابنة اخی کہ حضرت حمزہ کی بیٹی میرے بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی ہے۔

پیر محمد کرم شاہ کی رائے:

"اس لئے ابن تیمیہ کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔"[11]

دوسری بات:

"جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ چند اسماء پر واقدی نے اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہجرت کے فوراً بعد قائم کی گئی اس فہرست میں بعض ایسے صحابہ کے نام بھی ہیں جو کافی عرصہ بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے یا مشرف باسلام ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت حبشہ میں تشریف فرما تھے۔ غزوہ خیبر کے وقت تشریف لائے اس لئے اس وقت قائم کئے جانے والے بھائی چارہ میں ان کا شامل ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسی، غزوۂ احد کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور سب سے پہلے انہوں نے غزوہ خندق میں شرکت کی اسی طرح حضرت ابوذر غفاری بدر اور احد کے غزوات کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ان حضرات کا مواخات میں شریک ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے واقدی کے اس شبہہ کا جواب:

"واقدی کے اس شبہہ کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ دیا ہے کہ اس مواخات کا سلسلہ اگرچہ ہجرت کے فورا بعد شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ اس وقت اگرچہ ہجرت کے فورا بعد شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ اس وقت ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے ان کی اخوت کا رشتہ تو کسی انصاری کے ساتھ قائم کر دیا گیا لیکن بعد میں حاضر ہونے والے مہاجرین کے لئے اس نظام مواخات کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ جاری رہا جب بھی کوئی مہاجر ہجرت کر کے آتا تو ایک انصاری کے ساتھ اس کا رشتہ اخوت قائم کر دیا جاتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

"بان التاریخ المَذْكُورَ هُوَ الْأُخُوَةِ الثَّانِيَةِ وَهُوَ ابْتِدَاءُ الْأخوَةِ وَاسْتَمَرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَدُهَا بِحَسْبٍ مَنْ يَدْخُلُ فِي الْإِسْلَامِ وَيَحْضُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ - وَلَيْسَ بِاللَّازِمِ أَنْ تَكُونَ الْمُؤَاخَاةُ وَقَعَتْ وَقَعَةً وَاحِدَةً۔"[12]

یہ تاریخ دوسرے بھائی چارے کے لیے ہے اور اس تاریخ سے اس بھائی چارے کی ابتدا ہوتی ہے اور حضور ﷺ جب بھی کوئی اسلام قبول کرتا یا ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوتا اس کی اخوت کا رشتہ کسی انصاری سے مستحکم فرما دیتے ہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مواخات کا عمل صرف ایک دن میں تکمیل پذیر ہوا اور اس کے بعد اس کا سلسلہ ختم ہو گیا بلکہ اس کا سلسلہ کافی عرصے تک جاری رہا۔"[13]

سیرۃ الرسول ﷺ اور اصول روایت:

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے نزدیک سیرت نگاری محض تاریخی واقعات کے بیان کا نام نہیں بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو قرآن، حدیث، مستند تاریخ اور عصری تقاضوں کی روشنی میں ایک جامع اور عملی نمونۂ حیات کے طور پر پیش کرنے کا عمل ہے۔ اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے اپنی کتاب سیرت الرسول ﷺ میں روایت اور درایت دونوں کو ملحوظ رکھا۔ ان کے نزدیک سیرت نگاری میں تحقیق، حوالہ جاتی صحت، عشقِ رسول ﷺ، اعتدال، اور جدید ذہن کے سوالات کا مدلل جواب دینا بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ واقعاتِ سیرت کو صرف نقل نہیں کرتے بلکہ ان کے اخلاقی، روحانی اور سماجی پہلوؤں کو بھی نمایاں کرتے ہیں تاکہ قاری حضور ﷺ کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کر سکے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی کتاب "مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ" اور متعلقہ سیرت نگاری میں صرف واقعات نقل نہیں کیے بلکہ کئی جگہوں پر روایات کی اسناد، راویوں کے حالات، اور روایت کی صحت و ضعف پر بھی گفتگو کی ہے۔ ان کے ہاں یہ انداز محدثین کے منہج سے متاثر دکھائی دیتا ہے۔ چند نمایاں مثالیں یہ ہیں:

واقعۂ شقِ صدر:

انہوں نے اس واقعہ کی متعدد روایات جمع کر کے یہ بحث کی کہ کون سی روایت صحیح مسلم وغیرہ سے ثابت ہے اور کن روایات میں اضافی تفصیلات ضعیف اسناد سے آئی ہیں۔ بعض غیر معروف تفصیلات کو انہوں نے ''ضعیف'' یا ''غیر مستند'' قرار دے کر اصل صحیح روایت سے الگ کیا۔

واقعۂ ولادتِ نبوی ﷺ کے غیر معمولی واقعات:

مثال کے طور پر کسریٰ کے محل کے کنگرے گرنے یا آتش کدہ فارس بجھنے والی روایات کے بارے میں انہوں نے یہ ذکر کیا کہ ان کی اسناد تاریخی کتب میں تو موجود ہیں مگر حدیثی معیار کے لحاظ سے ان میں کلام پایا جاتا ہے۔ اس سے انہوں نے ''تاریخی قبولیت'' اور ''حدیثی صحت'' کے فرق کو واضح کیا۔

واقعۂ معراج:

معراج کے بعض جزوی واقعات کے بارے میں انہوں نے صحیح، حسن اور ضعیف روایات میں فرق کیا۔ خصوصاً ان تفصیلات پر گفتگو کی جو عوامی خطابات میں مشہور ہیں مگر مضبوط اسناد سے ثابت نہیں۔

نورِ محمدی ﷺ سے متعلق روایات:

انہوں نے بعض مشہور روایات کی اسنادی حیثیت بیان کی اور یہ فرق واضح کیا کہ کون سی روایت محدثین کے نزدیک ضعیف یا موضوع کے قریب ہے اور کون سی فضائل کے باب میں قابل استشہاد سمجھی گئی۔

فضائلِ نبوی ﷺ کے ابواب:

کئی مقامات پر وہ باقاعدہ یہ لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے، یہ روایت حسن درجے کی ہے، اس روایت میں فلاں راوی متکلم فیہ ہے۔ امام بیہقی/ابن حجر/سیوطی نے اسے ضعیف کہا یعنی وہ classical علمِ اسماء الرجال اور جرح و تعدیل سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے سیرت کو صرف جذباتی انداز میں نہیں بلکہ تحقیقی اور حوالہ جاتی طرز میں پیش کرنے کی کوشش کی، جس میں حدیث، تاریخ، تفسیر اور اسماء الرجال کی کتب سے استناد شامل ہے۔

مثال: بحیرہ راہب والا واقعہ:

بحیرہ راہب والا واقعہ سیرۃ الرسول سے دیکھیے، انہوں نے اس روایت کے مختلف طرق کا ذکر کر کے یہ بتایا کہ بعض اسانید میں انقطاع یا راویوں پر جرح موجود ہے، جبکہ بعض اہلِ علم نے مجموعی شواہد کی بنا پر اسے قابلِ قبول مانا۔ یعنی وہ صرف روایت نقل نہیں کرتے بلکہ محدثین کی آراء بھی پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر "سیرۃ الرسول" سے اسی کو دیکھیے۔ بحیرا راہب کا واقعہ سیرتِ نبوی ﷺ کے ابتدائی اور مشہور واقعات میں شمار ہوتا ہے۔ یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے جب نبی کریم ﷺ ابھی کم عمر تھے اور اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارتی قافلے میں شام کی طرف سفر پر گئے۔ راستے میں ایک مقام پر ایک عبادت گزار راہب، بحیرا نے قافلے کو دیکھا اور حضور ﷺ میں کچھ غیر معمولی نشانیاں محسوس کیں۔ اُس نے آپ ﷺ کی شخصیت، اخلاق اور بعض علامات کو دیکھ کر اندازہ کیا کہ یہ بچہ مستقبل میں ایک عظیم مقام حاصل کرے گا۔ یہی پس منظر "بحیرہ راہب" کے واقعے کی بنیاد بنتا ہے۔ بحیرا راہب کے واقعے پر یہ اعتراض کیے جاتے ہیں کہ:۔

- اس کی بعض روایات سند کے اعتبار سے کمزور ہیں۔
- مختلف روایتوں میں نبی کریم ﷺ کی عمر اور سفر کی تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
- بادل کے سایہ کرنے اور درخت کے جھکنے جیسی علامات کو بعض ناقدین غیر تاریخی اور مبالغہ آمیز قرار دیتے ہیں۔
- بعض مستشرقین نے اس واقعے کی بنیاد پر یہ دعویٰ بھی کیا کہ نعوذ باللہ رسولِ اکرم ﷺ نے دینی معلومات بحیرا راہب سے حاصل کیں

ڈاکٹر صاحب نے اعتراضات کا علمی محاسبہ کیا اور واقعہ کا روایتاً اور درایتاً بڑا تفصیلی جواب دیا ملاحظہ فرمائیے۔

مصنف کا واقعہ پر روایتی جائزہ:

جہاں تک صحت حدیث پر اعتراض کا تعلق ہے تو یہ واقعہ معمولی تغیر کے ساتھ کتب حدیث و سیرت میں اتنی کثرت سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے اتنے شواہد موجود ہیں کہ اہل علم اس کی حقانیت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مثلاً۔

- امام ترمذی نے جامع ترمذی میں روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔[14]
- امام حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں روایت کرنے کے بعد کہا "ھذا صحیح علی شرط الشیخین" مراد یہ کہ روایت بخاری و مسلم کی شروط کے مطابق صحیح ہے۔[15]
- علاوہ ازیں امام بزار نے اپنی مسند میں بیان کر کے کہا فاما القصة عند اهل المغازي مشهورة"[16]
- امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں تھوڑی تفصیل سے بیان کر کے کہا" فاما القصة عند اهل المغازي مشهورة"[17]
- امام ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[18]

- حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں امام ترندی کی سند کے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا اور کہاہے کہ یہ امام بخاری کے راوی ہیں۔[19]
- امام جلال الدین سیوطی نے الخصائص الکبری میں اس واقعہ کی صحت کی تصدیق کرتے ہوئے متعدد شواہد نقل کئے ہیں۔[20]
- امام جوزی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں فقط ابو بکر اور بلال کا ذکر اس روایت میں راوی کا وہم ہے۔[21]

مصنف کا متن پر درایتی جائزہ:

"جہاں تک متن سے متعلق دوسرے اعتراض کا تعلق ہے تو اس میں صرف حدیث کا آخری حصہ جس میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال حبشی کے ہمراہ حضور کی واپسی کا ذکر ہے۔جمہور کے ہاں یہ راوی کی غلطی اور وہم ہے اس ایک کلمہ کے ذکر ہو جانے کی وجہ سے تمام حدیث ضعیف نہیں ہو سکتی۔امام ابن حجر عسقلانی نے راوی کے اس وہم کی بڑی معقول وجہ یہ بتائی ہے کہ حضور ﷺ کے سفر شام کے متعلق بعض روایات ہیں۔جن میں سیدنا صدیق اکبر بھی اسی کے کے ہمراہ تھے مثلاً ابن مندہ نے ابن عباس ہی سے ایک ضعیف روایت بیان کرتے ہوئے یوں کیا۔حضرت ابو بکر بھی حضور ﷺ کے ہمراہ شام سفر تجارت کے لئے گئے،اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال اور آپ کی عمر مبارک 20 سال تھی۔"ان ابابكر صحب رسول الله ﷺ وهو ابن ثمانية عشرة سنة والنبي صلى الله عليه وسلم ابن عشرين سنة وهم يريدون الشام في تجارة۔"[22] یہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ :-

"اگر یہ صحیح ہے تو یہ سفر اس سفر کے بعد ہوا جس میں آپ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تجارتی قافلے میں گئے تھے۔"

"علامہ ذہبی نے مستدرک کے حاشیے میں اس حدیث کو اگر ضعیف کہاہے تو صرف اس آخری جزو کی وجہ سے اور اس کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں کہ اس ایک کلمہ کی وجہ سے پوری حدیث ناقابل اعتبار نہیں ہوتی۔"[23]

مصنف کی رائے:

"امام ذہبی نے مستدرک کی بہت سی ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جو فی الواقع صحیح احادیث ہیں۔یہ ان کی اپنی تحقیق ہے ان کے ہاں صحت کا معیار خاصا سخت ہے اور اہل علم نے ان کے اس رویے پر گرفت بھی کی ہے۔لیکن زیر نظر موضوع میں مدعائے کلام بحیرہ راہب سے ملاقات کا واقعہ ہے نہ کہ واپسی کا سفر،اس لئے نہ یہ واقعہ خلاف حقیقت ہے اور نہ اس سے اسلام یا پیغمبر اسلام کی اہانت کا شائبہ ہوتا ہے۔"[24]

علامہ توکلی کے اخذ روایت کے اصول و قواعد:

پروفیسر نور بخش توکلی نہ صرف اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے بلکہ آپ خواجہ توکل صاحب کے خلیفہ ہونے کے ناطے سے اپنے دور کے شیخ کامل تھے۔آپ نے بطور پروفیسر بھی کام کیا۔جب آپ کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ آپ "جامعہ نمانیہ ہند" کے ناظم تعلیمات بھی رہے۔اس کے ساتھ ساتھ ایک ماہنامہ رسالہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔موصوف ایک متحرک شخصیت کے مالک تھے۔سیرت رسول عربی ﷺ کو لکھے ایک پوری صدی ہونے کو ہے۔جب یہ کتاب لکھی گئی تو اُس وقت مؤلف کے پیش نظر اردو ادب میں ایسی مثالیں بہت کم تھیں۔جن کو پیش نظر رکھا جا سکتا۔

تاہم پھر بھی آج کے جدید دور میں کسی کتاب یا تحقیق کو لکھنے کے لیے جو ماہرین نے قوانین وضوابط اور معیار مقرر کیے ہیں۔علامہ نور بخش توکلی کتاب "سیرت رسول عربی ﷺ" کو پڑھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ علامہ موصوف نے ان نئی کتب سیرت کے مقابلے میں اپنے دور کے تقاضوں کو نہ صرف یہ کہ پورا کیا بلکہ "سیرت رسول عربی ﷺ" کو جدید دور کے قواعد وضوابط کے عین مطابق بنایا۔یہ چیز موصوف کی علمی جستجو اور تحقیقی گہرائی کو اجاگر کرتی ہے۔سیرت رسول عربی کے اخذ شدہ روایات کو ایک نظر دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ مؤلف نے اس دور میں بھی جب اس وقت رسائل وذرائع آج کے اس جدید دور کی طرح آسان نہ تھے آپ نے اس وقت غیر ممالک میں

چھپی ہوئی کتب سیرت وتاریخ اور تفاسیر تک نہ صرف رسائی حاصل کی بلکہ جابجا "سیرت رسول عربی" کے اندر ان سے اخذ روایات کی واضح جھلک بھی نظر آتی ہے۔ آپؒ کے ہاں اخذ روایت کا انداز یہ تھا۔

- قرآن مجید
- معتبر کتب حدیث سے روایات
- قصیدہ بردہ شریف کے اشعار کا استعمال
- عربی و فارسی اشعار کا استعمال
- کتب سیرت وتواریخ سے اخذ روایات

مثالیں:

علامہ توکلیؒ نے قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ معتبر اور مستند کتب سیرت وتاریخ سے بھی استفادہ کیا اور بعض واقعات کو کسی ایک سیرت و تواریخ کی کتاب سے اخذ نہیں کیا۔ بلکہ مختلف سیرت و تواریخ کی کتب سے روایات اخذ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علامہ توکلیؒ آپ ﷺ کے تبلیغ علی الاعلان کے واقعہ سیرت ابن ہشام سے یوں نقل کرتے ہیں۔

"جب آنحضرت ﷺ نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی اعلانیہ مذمت شروع کی۔ تو سردارانِ قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے آباؤاجداد کو گمراہ بتاتا ہے اور ہمیں احمق ٹھہراتا ہے۔ تم اس کو منع کردو یا بیچ میں سے ہٹ جاؤ ہم اسے سمجھالیں گے۔ ابو طالب نے انہیں نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔ ابو طالب نے حضور اکرم ﷺ کو پاس بلا کر کہا۔ اے میرے بھتیجے! تیری قوم نے میرے پاس آکر ایسا ایسا کہا ہے تو اپنے آپ پر اور مجھے اقر مالا یطاق کی تکلیف نہ دو۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے بدیں خیال کہ اب میرے چچا نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور میری مدد سے عاجز آگیا ہے۔ یوں فرمایا اے میرے چچا! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تب بھی میں اس کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک اللہ اس کو غالب کر دے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں"۔[25]

ایک موقع پر علامہ توکلی غزوہ سویق کے واقعہ کو "الکامل فی التاریخ" سے یوں نقل کرتے ہیں:۔

"ماہ ذیقعد میں غزوہ سویق وقوع میں آیا۔ سویق کو عرب میں ستو لکھتے ہیں۔ چونکہ اس غزوہ میں کفار کی غذا ستو تھی۔ اس لیے اس نام سے موسوم ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ غزوہ بدر کے بعد ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں محمد ﷺ سے لڑائی نہ کرلوں جنابت سے سر نہ دھوؤں گا۔ اس لیے قسم کو پورا کرنے کے لیے وہ دو سو سوار لے کر نکلا۔ مقام عریض میں اس نے ایک نخلستان کو جلادیا اور ایک انصاری کو قتل کر دیا۔ رسول ﷺ نے تعاقب فرمایا۔ ابو سفیان اور اس کے ہمراہی بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو کے بورے پھینک کر بھاگ گئے جنہیں مسلمانوں نے اٹھالیا اور واپس چلے گئے"[26]

حاصلِ کلام:

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سیرت نگاری اسلامی علمی روایت کا ایک بنیادی اور نہایت اہم شعبہ ہے جس کا مقصد نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کو صحیح، مستند اور مؤثر انداز میں پیش کرنا اور انسانیت کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ اس میں بنیادی اصولِ روایت میں صحتِ سند، تحقیق و تنقید، دیانتِ علمی، اور غیر مستند روایات سے اجتناب شامل ہیں، جنہیں اردو کی ممتاز کتبِ سیرت میں بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر طاہر القادری کی ''سیرت الرسول ﷺ'' میں جدید تحقیقی منہج کے ساتھ حوالہ جات کی جانچ پڑتال کو اہمیت دی گئی ہے، پیر کرم شاہ الازہری کی ''ضیاء النبی ﷺ'' میں مستند روایات اور علمی تحقیق کے ساتھ ادبی حسن کو بھی شامل کیا گیا ہے، علامہ ابو الحسن ندوی کی ''نبی رحمت

ﷺ" میں دعوتی و فکری زاویے سے سیرت کو پیش کیا گیا ہے، جبکہ سلیمان منصور پوری کی "رحمۃ للعالمین ﷺ" میں تاریخی ترتیب اور مستند مآخذ پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر کتب بھی مختلف اسالیب میں سیرت کے اصولِ روایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو امت کے لیے کامل نمونۂ حیات کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

نتائج تحقیق

1. سیرت نگاری ایک جامع علمی شعبہ ہے جس میں تاریخ، حدیث، ادب اور اخلاق سب شامل ہوتے ہیں، اس لیے اسے صرف تاریخی علم نہیں سمجھا جاسکتا۔
2. منتخب اردو سیرت کتب میں اسلوب کا واضح فرق پایا جاتا ہے؛ کچھ کتب روایتی اور جذباتی ہیں جبکہ کچھ تحقیقی اور تنقیدی انداز رکھتی ہیں۔
3. رحمت اللعالمین جیسی کتب میں سادہ، عام فہم اور عقیدت پر مبنی انداز غالب ہے جو عوامی سطح پر زیادہ مقبول ہے۔
4. سیرت النبی میں تحقیقی معیار، تاریخی ترتیب اور علمی تجزیہ نمایاں ہے۔
5. ضیاء النبی میں روحانی، اخلاقی اور محبتِ رسول ﷺ کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔
6. ڈاکٹر طاہر القادری کی سیرت نگاری میں جدید اسلوب، خطیبانہ انداز اور عقلی دلائل کے ذریعے سیرت کو معاصر ذہن سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔
7. علامہ ابوالحسن علی ندوی کی تحریروں میں اصلاحِ معاشرہ، فکری بیداری اور امت کی رہنمائی کا پہلو بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔
8. مختلف سیرت نگاروں کے انداز سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر مصنف نے اپنے دور اور فکری رجحان کے مطابق سیرت کو پیش کیا ہے۔
9. سیرت نگاری میں اعتدال، تحقیق اور روایت کی صحت بنیادی اصول ہیں جن کے بغیر سیرت کا صحیح فہم ممکن نہیں۔
10. ان تمام کتب کا مشترکہ مطالعہ سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک مکمل، متوازن اور ہمہ گیر تصور پیش کرتا ہے۔

سفارشات

1. سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعہ میں اصل ماخذ (قرآن و صحیح احادیث) کو بنیادی حیثیت دی جائے تاکہ تحقیق مستند اور قابلِ اعتماد رہے۔
2. طلبہ اور محققین کو چاہیے کہ وہ صرف ایک کتاب تک محدود نہ رہیں بلکہ مختلف اسلوب رکھنے والی کتبِ سیرت کا تقابلی مطالعہ کریں۔
3. رحمت اللعالمین جیسی روایتی کتب کے ساتھ ساتھ سیرت النبی جیسی تحقیقی کتب کا مطالعہ بھی ضروری ہے تاکہ توازن پیدا ہو۔
4. جدید ذہن کو سیرت سے جوڑنے کے لیے ڈاکٹر طاہر القادری اور دیگر معاصر مصنفین کی سیرت نگاری سے استفادہ کیا جائے تاکہ سیرت کا پیغام مؤثر انداز میں منتقل ہو سکے۔
5. ضیاء النبی اور علامہ ابوالحسن علی ندوی کی تحریروں سے روحانی اور اخلاقی تربیت کو فروغ دیا جائے۔
6. سیرت نگاری میں غیر مستند روایات اور ضعیف حکایات سے اجتناب کیا جائے تاکہ علمی معیار برقرار رہے۔
7. سیرت کے مطالعے کو صرف نصابی حد تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے عملی زندگی میں اپنانے کی کوشش کی جائے۔
8. تعلیمی اداروں میں سیرت کے تقابلی مطالعے کو فروغ دیا جائے تاکہ طلبہ میں تحقیقی اور تنقیدی سوچ پیدا ہو۔
9. سیرت نگاری میں اعتدال، توازن اور غیر جانبداری کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے۔

موجودہ دور میں سیرتِ نبوی ﷺ کو جدید ذرائع ابلاغ اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے ذریعے عام کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

حوالہ جات:

[1] الذہبی، محمد بن احمد، ابو عبداللہ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مکتبہ شاملہ، ج:4، ص:304

Al-Dhahabi, Muhammad ibn Ahmad, Abu Abdullah, Mizan al-I‘tidal fi Naqd al-Rijal, Maktabah Shamila, Vol. 4, p. 304.

[2] منظور احمد شاہ، ابو النصر، جلوہ جاناں، دار الکتب، ساہیوال، ج:1، ص:499

[3] الطَّحَاوِي، أَبُو جَعْفَر أَحْمَد بْن مُحَمَّد، شرح مشکل الآثار، بیروت: مؤسسة الرسالة، 1415ھ، ج2، ص9

Al-Ṭaḥāwī, Abū Aḥmad ibn Muḥammad, Sharḥ Mushkil al-Āthār, Beirut: Mu’assasat al-Risālah, 1415 AH, Volume 2, page 9

[4] جلوہ جاناں، ج:1، ص:500

Jalwah-e Janan, Volume 1, Page 500

[5] ابن سعد، محمد بن عبداللہ، طبقات ابن سعد، نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی، ج1، ص59

Ibn Sa‘d, Muhammad ibn ‘Abd Allah, Tabaqat Ibn Sa‘d, Nafees Academy, Urdu Bazar, Karachi, vol. 1, p. 59.

[6] ابو النصر منظور، جلوۂ جاناں، ج:1، ص:167

Jalwah-e Janan, Volume 1, Page 167

[7] ندوی، ابوالحسن، علی، سید، نبی رحمت، مجلس تحقیقات ونشریات الاسلام، لکھنؤ، ج1، ص145

Nadwi, Abul Hasan Ali Sayyid. Nabi-e-Rahmat. Majlis Tahqiqat wa Nashriyat-e-Islam, Lucknow, Vol. 1, p. 145

[8] ابو عیسیٰ، محمد بن ترمذی، جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالبؓ، بیروت: داراحیاء التراث العربی، حدیث:3720

Abu ʿĪsā Muhammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī, Jāmiʿ al-Tirmidhī, Book of Virtues (Kitāb al-Manāqib), Chapter: Virtues of ʿAlī ibn Abī Ṭālib, Beirut: Dār al-Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Hadith no. 3720.

[9] محمد بن یوسف الصالحہ الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ج3، ص534

Al-Ṣāliḥī al-Shāmī, Muḥammad ibn Yūsuf. Subul al-Hudā wa al-Rashād fī Sīrat Khayr al-ʿIbād, Vol. 3 (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), p. 534.

[10] سبل الھدی والرشاد، ج3ص534

Subul al-Hudā, Vol. 3, p. 534.

[11] الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 1420ھ، ج3، ص179

Al-Azhari, Muhammad Karam Shah, Pir. Zia-un-Nabi. Zia-ul-Quran Publications, Lahore, 1420 AH, V.3, p. 179.

[12] سبل الھدی والرشاد، ج3ص534

Subul al-Hudā, Vol. 3, p. 534.

[13] ضیاء النبی، ج3، ص180-177

Zia-un-Nabi, Vol. 3, pp. 177.180

[14] امام ابو عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، تحقیق، بشار عواد معروف، بیروت، دار الغرب الاسلامی، 1998ء، ج2، ص245

Al-Tirmidhi. Jami‘ al-Tirmidhi. Edited by Bashar Awwad Ma‘ruf. Beirut: Dar al-Gharb al-Islami, 1998, 3:245.

[15] امام حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق، مصطفیٰ عبدالقادر عطا، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1990ء، ج2، ص610

Al-Hakim al-Naysaburi, Al-Mustadrak ‘ala al-Sahihayn, ed. Mustafa Abd al-Qadir Ata (Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1990), 2:610.

[16] ابن القیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ج1، ص17

Ibn al-Qayyim, Zad al-Ma‘ad fi Hadyi Khayr al-‘Ibad (Beirut: Mu’assasat al-Risalah, n.d.), 1:17

[17] امام بیہقی، ابو بکر احمد بن حسن، دلائل النبوۃ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ج2، ص26

Dalā’il al-Nubuwwah, by Imam al-Bayhaqī, vol. 2 (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.), 2:36.

[18] ابو نعیم، احمد بن عبداللہ، اصفہانی، دلائل النبوۃ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج1، ص31

Abu Nu‘aym, Ahmad bin Abdullah, Dalā’il al-Nubuwwah, Qadeemi Kutub Khana, Karachi. 1:31.

[19] ابنِ حجر عسقلانی، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ج1، ص188

Ibn Hajar al-‘Asqalani, Ahmad bin Ali. Al-Isabah fi Tamyiz al-Sahabah, Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, vol. 1, p. 188.

[20] جلال الدین سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الخصائص الکبریٰ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ج1، ص83

Jalal al-Din al-Suyuti, ‘Abd al-Rahman bin Abi Bakr. Al-Khasa’is al-Kubra, Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah,vol. 1, p. 83.

[21] ملا علی قاری، نورالدین علی بن سلطان محمد، مرقات المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 472، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ج5، ص472

Mulla Ali al-Qari, Nur al-Din Ali bin Sultan Muhammad. Mirqat al-Mafatih Sharh Mishkat al-Masabih, Beirut: Dar al.Kutub al.‘Ilmiyyah. vol. 5, p. 472.

[22] ڈاکٹر، محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2017ء، ج:3، ص:43
Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri. Seerat al-Rasul. Minhaj-ul-Quran Publications, Lahore, 2017, Vol. 3, p. 43

[23] سیرۃ رسول، ج3، ص44

Ibid.,Vol.3,P.43

[24] ایضاً، ج:3، ص:43

Ibid.,Vol.3,P.43

[25] ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1422ھ، ج1، ص103
Al-Sirah al-Nabawiyyah by Ibn Hisham، Ibn Hisham, Abu Muhammad ‘Abd al-Malik, Al-Sirah al-Nabawiyyah li-Ibn Hisham, Dar al-Kutub al- ‘Ilmiyyah, Beirut, 1422 AH, vol. 1, p. 103.

[26] ابن الاثیر، ابوالحسن عزالدین، الکامل فی التاریخ، دارالکتب العلمیہ، 1488ھ، ج2، ص103
Ibn al-Athir, Abu al-Hasan ‘Izz al-Din, Al-Kamil fi al-Tarikh, Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1488 AH, vol. 2, p. 103.